

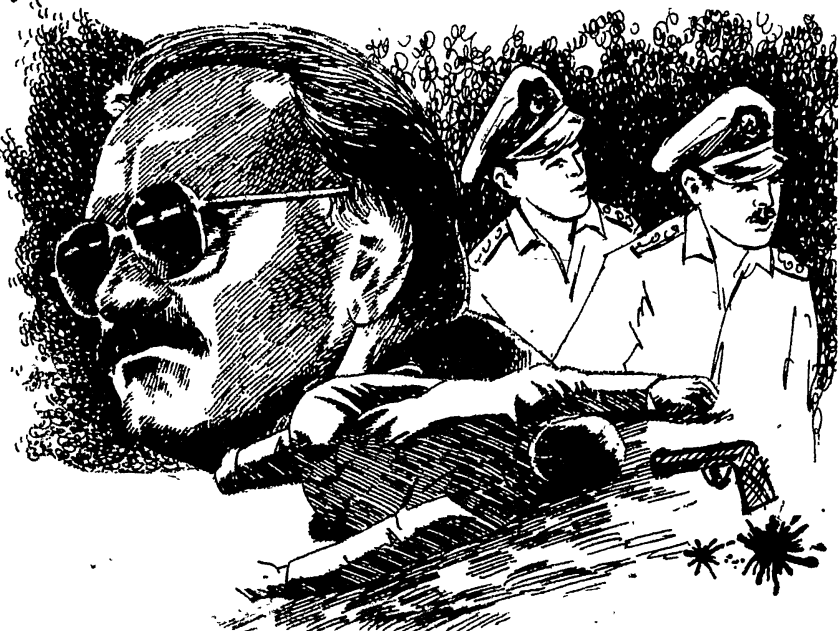
# انوکھسی لاش

مظہر سلیم ہاشمی

مجرم کی تلاش... جاسوسی کرنا... سراغ لگانا ایک کارِ دارد ہے... مختلف قسم کے افراد سے ملاقات کرنا... تفتیش کرنا اور تمام تگ و دو کے بعد پھر اسی آغاز پر پہنچ جانا جہاں سے کارروائی شروع ہوئی تھی... وہ تھا تو سراغ رساں مگر قتل شدہ لاشیں دیکھنا اس کے بس میں نہ تھا... ایک پوسٹ آفس سے ملنے والی لاش کا گمبھیر معاملہ... آفیسر اس کیس کو داخل دفتر کر چکے تھے... مگر اس کی ضدی اور اذیل فطرت اس لاینحل کیس کو داخل دفتر کرنے میں حائل تھی...

باہمی رشتے میں چھپی آسودہ محبت کا ڈرامائی ایکشن....

مجھے سی آئی ڈی میں شامل ہوئے ابھی چھ ماہ ہی ہوئے تھے جب 'انومی لاش' کا کیس سامنے آیا۔ یہ ایک پرفیکٹ قتل کا ایسا واقعہ تھا جسے مجھ جیسے ہونہار کو ناممکن شواہد کے بل پر پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی۔ آپ نے شر لایک ہو کر اس کہانی کے بارے میں تو سنا ہی ہوگا جس میں کئی رات کے وقت نہیں بھولتا تھا بس میری اس کہانی میں ایک ایسی لاش تھی جو صبح سویرے مباشرت کرتی تھی۔



یہ سب سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ سی آئی ڈی کو اس معاملے میں فوراً شامل ہو جانا چاہیے۔ میں نے اپنے پاس انسپٹر ہو رگن کے لیے فون پر مہینچ چھوڑا اور گاڑی نکال کر تیز رفتاری سے فائیو لینز کے علاقے میں پہنچ گیا۔ میں نے آتی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا کہ عام پولیس اہلکاروں سے بھی دو منٹ پہلے جانے واردات پر پہنچ گیا۔

جانے واردات پر عجیب ہی ماحول تھا۔ پوسٹ آفس کا دروازہ کھلا تھا۔ ایک شخص اٹکوتے کاؤنٹر کے سامنے جت لیٹا تھا اور ایک گن اس کے پہلو میں پڑی تھی۔ وہ کسی لاش کے مانند ساکت دکھائی دے رہا تھا جبکہ اس کے سر پر ہی دو خواتین ڈاک کے لفافے لے اور نکلتیں خرید رہی تھیں۔ کاؤنٹر تک آنے کے لیے وہ یقیناً لاش کو پھلانگ کر ہی پہنچی ہوں گی۔

ہال میں ایک کیمین بنا ہوا تھا جس کے شیشے کے پار ایک کاؤنٹر تھا جس کے عقب میں بہادر مس مارشل اپنی ڈسٹے داریاں بھائی نظر آ رہی تھی۔ شاید اس کے اعصاب کچھ زیادہ ہی مضبوط تھے کہ اس نے ڈیوٹی کی واردات کو درخور اعتنا بھی نہیں سمجھا تھا۔ اسے اپنے فرض سے غرض تھی اور وہ بخوبی اپنا کام نمٹا رہی تھی۔

میں نے پولیس اہلکاروں کی مدد سے ایک زرد شپ دروازے پر نصب کروادی تاکہ مزید ڈاک کے لیے بننے والی قطار سے چھکارا حاصل کیا جاسکے۔ البتہ پہلے سے موجود لوگوں کو وہاں سے ہٹانا ایک مشکل مرحلہ ثابت ہوا۔ یہ سب کارروائی مکمل کرنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور لاش کی جانب متوجہ ہوا اور پھر فوراً ہی نظر ہٹائی۔ تھوڑی دیر بعد اپنی ہمت جمع کر کے دوسری نگاہ ڈالی۔ اس نے ماسک پہن رکھا تھا۔ یہ کوئی عام ماسک نہیں تھا بلکہ سابقہ امریکی صدر کسن کی شکل والا ماسک تھا۔ میں نے احتیاط سے وہ اس کے چہرے سے علیحدہ کیا تو پس نقاب کوئی متاثر کن نظارہ نہیں تھا۔

میں نے اس کی شکل دیکھنے سے گریز کیا۔ میرا ویسے بھی مردوں کو دیکھ کر جی میلانے لگتا تھا۔ میں نے بمشکل ایکائی روکتے ہوئے اس کی بغض محسوس کرنے کی کوشش کی لیکن نڈارد۔

تھوڑی دیر میں ہی میرا باس انسپٹر جونی ہو رگن ناول ہو گیا اور آتے ساتھ ہی کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ سالہری سی آئی ڈی کا ابھرتا ستارہ تھا۔ اکتیس سال کی۔ عمر میں ہی انسپٹر کے عہدے پر پہنچ چکا تھا۔ گو کہ اس

یہ کیس سلجھانے کے لیے مجھے اپنی تمام صلاحیتوں کا استعمال کرنا پڑا۔ اب میرے ساتھ کوئی ڈاکٹر وائٹن تو ہے نہیں جو میرے کارناموں کے ڈھول بجائے تو اس لیے اپنی تعریفوں کے بل باندھتے ہوئے میں اپنی عقلمندی اور روشن دماغی کی داستان خود ہی پیش کرتا ہوں۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ سالہری کے ایمر جنسی سینٹر میں پھر کی صبح ٹونج کرکچیس منٹ پر ایک کال آئی۔ میں کچھ دیر قبل ہی آفس پہنچا تھا اور ایسپر لیو کانی کا بڑا مگ پیٹے ہوئے خود کو جگائے کی کوشش میں مصروف عمل تھا۔ میرا سٹ باس، انسپٹر جونی ہو رگن بھی دس بجے سے پہلے آفس نہیں پہنچتا تھا سوا دل تا آخر ہر کام اب مجھے ہی کرنا تھا۔ شہر کے مضافاتی علاقے فائیو لینز کے چھوٹے سے پوسٹ آفس میں ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ وہاں کی پوسٹ ماسٹر نے ایمر جنسی سینٹر میں کال کی تھی اور میں اب بغور اس کی ریکارڈنگ سن رہا تھا۔

”پولیس ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟“  
”پہلو میں فائیو لینز کی پوسٹ ماسٹر بول رہی ہوں۔ میرا نام مس مارشل ہے۔ آپ یہاں جلدی سے کسی کو بھیج دیں۔“

”کیا مسئلہ ہوا ہے مس مارشل؟“  
”یہاں ایک شخص کیمین لے کر آیا اور مجھ پر تان کر تمام رقم حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ میں نے انکار کر دیا کیونکہ میں ایسا بے ہودہ رویہ بالکل بھی برداشت نہیں کرتی۔“

”پستول بردار ابھی بھی وہیں ہے؟“  
”ہاں۔“  
”کیا وہ ابھی بھی گن کے ذریعے دھمکا رہا ہے؟“  
”ابھی ارے نہیں پاگل۔ بھلا ایسا ہوتا تو میں فون کیسے کرتی؟“

”یعنی وہ جا چکا ہے؟“  
”نہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے وہ ابھی بھی یہیں پر ہے۔“

”پوسٹ آفس میں؟“  
”ہاں۔ وہ فرش پر پڑا ہے۔ لیکن میں جہاں سے بات کر رہی ہوں وہاں سے صاف نظر نہیں آ رہا۔“

”مس مارشل کیا تم زخمی ہو؟“  
”میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن اس ڈاک کے لیے کوئی ایسولینس بھیج دیں۔“

انوکھیں لاش

”پھر تم نے کیا کیا؟“ میں نے اس کی تقریر کو روک دیا  
ہوئے پوچھا ورنہ وہ اپنے غیر شادی شدہ ہونے کا اشتہار  
بڑی دیر تک چلائی رہتی۔

”میں نے کہا ہلائسک کے بھوت چلاؤ گولی۔ تمہیں  
کوئی رقم نہیں ملے والی۔ میں لاک میں بیٹھی ہوں اور تم نے  
شیشہ توڑنے کی کوشش کی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔“ آہنی  
کیوں اتنی شور کر رہی ہو؟ یہ پیسے تمہارے تو نہیں ہیں۔ ڈاکو  
نے کہا۔ ”تمہارے بھی تو نہیں ہیں اور آہنی ہوگی تیری ماں۔“  
میں نے جواب دیا۔ جس پر وہ بولا۔ ”کس پاگل عورت سے  
پالا پڑ گیا ہے۔“

”اودہ تو پھر کیا ہوا؟“ ہورگن نے مس مارشل کی لن  
ترائیاں سننے کے بعد پوچھا۔  
”ہونا کیا تھا۔۔۔ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے بھی اس کو  
کھری کھری سنادیں۔“

میں نے بمشکل مسکراہٹ دہائی۔  
”مس مارشل کی زبان ایک بار پھر قیمتی کی طرح چل  
پڑی۔“ میں نے ڈاکو کو قیقن دلا دیا کہ میں ایک خفیہ شن دبا  
چلی ہوں اور جلد ہی پولیس آکر اس کا منہ کھلا دبوچ لے گی  
جس سے وہ میرے بارے میں بک بک کر رہا۔ اس نے  
مجھے لعنت دی اور ایک قدم پیچھے ہٹا۔ میں بھی اب وہ  
دھان ہو جائے گا لیکن وہ پھر آگے بڑھا اور کہنے لگا میں رقم  
لیے بغیر نہیں جاؤں گا۔ میں میدان چھوڑ کر بھاگنے والا  
نہیں۔“

”دکسن کی طرح“ میں نے بے اختیار ایک اور  
لقد دیا۔  
ہورگن مجھے گھور کر رہ گیا۔

”مس مارشل نے اپنی تقریر جاری رکھی۔“ وہ لہراتا ہوا  
آگے بڑھا تو مجھے لگا کہ وہ شراب کے نشے میں دھت  
ہے۔ لیکن اس نے اپنا سیدھا دبوچ لیا۔ اس کی گن بھی ہاتھ  
سے ڈھلک گئی اور وہ مجھے گالیاں دیتا ہوا فرش پر گر گیا۔ یہ  
کہتے اس نے دزدیدہ گاہوں سے لاش کی جانب ایسے دیکھا  
جیسے کہہ رہی ہو اب مزہ آیا مجھے گالیاں دینے کا؟

”تم نے اسے چھوٹو نہیں؟“ ہورگن نے پوچھا۔  
”ہو ہائے۔۔۔ تمہیں لگتا ہے میں نے اس کا گلا دبا کر  
مارا ہے۔ میں تو اپنے کہین سے لگی ہی نہیں۔“ مس مارشل برا  
مناتے ہوئے بولی۔

”اور تب تک یہاں کوئی آیا بھی نہیں تھا؟“ میں نے

سلسلے میں چالوسی اور اقربا پروری نے اہم کردار ادا کیا تھا  
لیکن مجھ سے صرف تین سال بڑا ہونے کے باوجود اس کی  
ترقی قابل دید تھی۔

”ہائیل کال کی ہے؟“

”نہیں۔۔۔ میں بس ابھی ابھی یہاں پہنچا ہوں۔“

”یہ آدمی مر چکا ہے۔۔۔ پھر باہر ایجوٹیشن کس نے  
بلائی ہے؟“

”وہ میں نے بلائی تھی۔“ مس مارشل نے کاؤنٹر کے  
عقب سے آواز لگائی۔

اسپیکر ہورگن نے کال کر کے لاش ڈھونڈنے والی  
گاڑی اور ایک پتھرا لو جسٹ کو بھیجے کا مطالبہ کیا۔ انتظار کے  
دوران ہم نے مس مارشل سے پورا واقعہ گوش گزار کرنے کی  
درخواست کی۔

”وہ جب اندر داخل ہوا تو اور کوئی گاہک موجود نہیں  
تھا۔ اس نے عجیب سی شکل والے شخص کا ماسک پہن رکھا  
تھا۔“

”دکسن۔۔۔ میں لقمہ دے بغیر نہ رہ سکا۔“

”کون؟“ مس مارشل نے حیرت سے کہا۔

”ایک سابقہ امریکی صدر۔“

”لیکن لہجے سے تو وہ امریکی نہیں لگ رہا تھا۔“

میرے جواب دینے سے ٹل ہی وہ پھر بول اٹھی۔  
”اچھا دیکھ کر۔۔۔ جو بھی تھا۔ میں بتا رہی تھی کہ ہمارے  
علاقے میں ایسے ماسک پہن کر کوئی بھی نہیں گھومتا پھر تا۔  
میں اس کی صورت دیکھ کر ہی شک میں مبتلا ہو گئی پھر وہ مجھ  
سے بولا۔ یہ میرے ہاتھ میں گن ہے۔“ میں نے کہا۔ ”میں  
اندھی نہیں ہوں، مجھے نظر آرہا ہے۔“ پھر اس نے کہا۔ ”جو بھی  
ہے میرے حوالے کر دو۔“

”تم نے بدلے میں کیا رد عمل دیا؟“ ہورگن نے  
پوچھا۔

”میں بولی پاگل مت بنو تو اس نے کہا میں تمہاری  
اس خبیثی کو پڑی میں سوراخ کر دوں گا۔“

”کیا اس نے واقعی خبیثی کو پڑی کے الفاظ استعمال  
کیے تھے؟“ ہورگن کے لہجے میں استعجاب تھا۔

”ٹھیک ہے میں کنواری ہوں لیکن اس کا مطلب یہ  
نہیں کہ مجھے گندی زبان استعمال کرنے میں کوئی عار ہے۔“

”مس مارشل تقریباً ناراض ہوتے ہوئے بولی۔“ اس نے یہی  
کہا تھا، اگر وہ کوئی غلط لفظ بولتا یا گالی دیتا تو میں دہرا

دیتی۔“

پوچھا۔



انوکھی لاش

”لیکن میں نے اُسے بہادر بھی کہا ہے۔“ ہورگن نے اپنی عزت بچانے کے لیے کمزور لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر لیگٹ، ہورگن کے اس نکتے سے کوئی خاص متاثر نہ ہوا۔ ”اگر تم لوگوں کی کارروائی مکمل ہوگئی ہو تو میں لاش سرد خانے میں لے جاؤں۔ اس کا پوسٹ مارٹم بھی ابھی ہونا باقی ہے۔“

”ہاں ہاں لے جاؤ۔ ہمیں ابھی اس کے وارثوں کو بھی تلاش کرنا ہوگا۔“

ہم سے مراد اُس کی صرف میں تھا۔ اب کیس کی تمام پیش رفت کے لیے مجھے ہی جگہ جگہ دھکے کھانے تھے۔

☆☆☆

یہ سچ ہے کہ لاشیں دیکھ کر میری طبیعت ادب جاتی تھی لیکن زندہ لوگوں کے ساتھ میں بہت اچھا ہوں۔ خاص طور پر اگر کوئی سنہری بالوں والی حسینہ سانسے ہو تو میری خوش اخلاقی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

پوسٹ آفس والے واقعے کے ایک دن بعد کی بات ہے کہ میں حال ہی میں جیل سے رہا ہوئے ایک مجرم کی رہائش گاہ پر پہنچا جو ایک چھوٹے سے فلیٹ پر مقیم تھی۔ جبکہ سومر، پورٹ لینڈ میں منہج ڈھکی کے جرم میں چار سال کی قید کاٹ کر رہا ہوا تھا۔ پہلے سے مشکوک لوگوں کی لسٹ میں اس کا نام بھی آیا تھا اس لیے میں اب اس کے دروازے پر دستک دے چکا تھا جہاں سے وہ خوش رو حسینہ برآمد ہوئی تھی۔

”وہ یہاں نہیں ہے۔“ سنہری بالوں والی حسینہ نے اس کی موجودگی سے انکار کر دیا۔

”اس کا کوئی اتا پتا؟“

”میں نہیں جانتی۔“

”آخری بار اسے کب دیکھا تھا؟“

”کل، ہاں، کل صبح دیکھا تھا۔ معاملہ کیا ہے؟“

اس نے پوچھا۔

ڈھکی ڈھالی ایک شرٹ میں بھی اس کا سراپا جھلکنے سے زیادہ جھلک رہا تھا۔ کسی اوپیر عمر ڈاکو کی اتنی پٹاخہ گرل فرینڈ مجھے حیرت میں مبتلا کر رہی تھی۔ میں نے اپنے ان خیالات کو خود تک ہی محدود کر رکھا۔

”تم اس کی قریبی دوست ہو۔۔۔ مس؟“

وہ جواب دینے سے پہلے ذرا ہچکچائی۔ ”جہیں کیا گتا ہے؟“

”نام کیا ہے تمہارا؟“

”پھر باہر آ کر اس کی صورت شناخت کرو۔“

وہ اپنا لیٹن کھول کر باہر آئی اور آنکھیں سیڑ کر لاش کو دیکھنے لگی۔ میرے مقابلے میں وہ کافی بہادر ثابت ہوئی کیونکہ اسے لاش کو بغور دیکھتے ہوئے کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔

”یہ میرے لیے اجنبی ہے اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کھلونگان لے کر آیا ہے۔“ وہ اپنا تجویز مکمل کرنے کے بعد ہم سے یوں گویا ہوئی جیسے کوئی بہت بڑا انکشاف کر رہی ہو۔

”تب تو تمہاری بہادری کی داد دینا پڑے گی۔“ ہورگن بولا۔

لیکن ساتھ میں کھڑے ڈاکٹر کے لیے اس کی بڑبڑاہٹ کچھ اور ہی تھی۔ ”اسحق بڑھی گا۔“

”اپنا بیان پولیس اسٹیشن میں آ کر ریکارڈ کروا دینا۔“ ہورگن نے پھر اوچی آواز میں مس مارشل کو پولیس اسٹیشن آ کر اپنا بیان جمع کروانے کا کہا۔

”تم اس کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟“ ڈاکٹر لیگٹ نے مس مارشل کے پولیس انکار کے ساتھ پولیس اسٹیشن کی جانب جانے کے بعد ماتھے پر تیزی سے چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

”جو بھی کیا صحیح کہا۔“ ہورگن بے پروائی سے بولا۔ ”اگر گن اصلی ہوتی تو حکومت کے چند کنوں کی خاطر وہ اپنی کھوپڑی کھلوائیتی جس میں دماغ کی جگہ یقیناً بھوسا بھرا ہوا ہے۔“

لیگٹ نے ناپسندیدہ نگاہوں سے ہورگن کو دیکھا۔ ”اور اچھے شہری بننے کا جو سبق ہمیں پڑھایا جاتا اس کا کیا؟ تم پولیس والے عوام کو بے وقوف اور جاہل سمجھتے ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ تہتی عورت کا کسی پستول برادر کے خلاف ایسے مضبوطی سے ثابت قدم رہنا کتنے حوصلے اور بہت والا کام ہے؟“

”اچھا تو پھر کیا تمہیں معلوم ہے؟“ ہورگن کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

”ہاں مجھے معلوم ہے۔“ ڈاکٹر لیگٹ نے جذباتی انداز میں کہا۔ ”میری بہن کو ایسے ہی ایک مجرم کا سامنا کرنا پڑا لیکن تم پولیس والوں سے اسے کوئی انعام تو کیا ملتا تھا، ذرا سی حوصلہ افزائی تک نہ کی گئی۔ تم کیا جانو کہ اس حادثے کے بعد مس مارشل کی تہتی راتوں کی نیند بھی انک خوابوں کی نذر ہو جائے گی۔“

لاش کو دیکھتے ہی اس نے آنکھیں میچ لیں۔۔۔ پھر  
انہیں کھولا اور ایک گہری سانس لی۔ میں اس کے بدلنے  
تاثرات دیکھ رہا تھا۔ لاش کو دیکھنے سے بہتر تھا کہ میں اس کا  
حصین سراپا ہی دیکھتا ہوں۔

”بچارہ۔۔۔ یہ وہی ہے۔“  
”یعنی جیک سومر۔ تم یہ بات پورے یقین سے کہہ  
رہی ہو؟“

”سوفیصد۔“ اس کے لہجے میں یقین تھا۔  
میں نے مردہ خانے کے اسٹنٹ کو اشارہ کیا تو اس  
نے لاش کا چہرہ ڈھک دیا۔ باہر نکل کر میں نے اس کا شکریہ  
ادا کیا اور گاڑی میں بیٹھ کر سوال کیا کہ اب اسے کہاں  
ڈراپ کیا جائے۔

”کیا مجھے جیک کا فلیٹ چھوڑنا پڑے گا؟“ اس نے  
آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے پوچھا۔  
”مگر یہ کون ادا کرتا تھا؟“

”جیک۔۔۔“  
”پھر میرا خیال ہے کہ تمہیں وہ فلیٹ چھوڑنا ہی  
پڑے گا۔“

”میں اپنی ماں کے گھر چلی جاؤں گی۔ ویسے جیک  
کی موت کیسے ہوئی؟“

”آج سہ پہر میں پوسٹ مارٹم ہے۔۔۔ اس کے بعد  
میں بھی معلوم ہو جائے گا۔“

تاسف کے سبب وہ تھوڑا جذباتی سی ہوئی تھی۔ ”میں  
اسے جیک دی روپر کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ جیسے وہ مشہور  
سیریل کٹر تھا جیک دی ریپر۔“ یہ کہتے ہوئے اس کی آواز  
زندہ تھی۔

”تو تم اس کے ماضی سے واقف تھیں؟“ میں نے سر  
ہلاتے ہوئے سوال کیا۔

”وہ اپنی مخصوص بیوی کی خبری کی وجہ سے پکڑا گیا  
تھا۔“ زاپرا کے چہرے پر ناگوار کی تاثرات اُمٹ  
آئے۔ ”کیلے شی۔۔۔ بعد میں وہ کبھی پھرتی تھی کہ مجھے نہیں  
معلوم تھا کہ میں نے ایک ڈاکو سے شادی کر لی ہے۔ اس  
اجنبی عورت نے بھی نہیں سوچا کہ جیک اس کے لیے سارے  
قیمتی تحفے کہاں سے لاتا ہے؟ اس کی گواہ بننے کے بجائے  
مخالف ہو گئی۔ صرف اس کی ذمہ سے بچارے جیک کو چار  
سال جیل میں بتانے پڑے۔“

”اور جیل سے رہائی کے بعد اسے تم مل گئیں۔“

”بس قسمت میں اتنا ہی ساتھ تھا۔۔۔“

”زارا شائیک۔“

”اور کل رات اسکی تھیں؟“

”جس میں اس سے مطلب؟“

”جیک، رات یہاں تھا؟“

اس نے سر ہلا کر انکار کیا۔

”کل جب وہ تمہیں چھوڑ کر باہر گیا تو بتا کر گیا تھا کہ

”کہاں جا رہا ہے؟“

”میں اس کی گرل فرینڈ ہوں۔۔۔ ماں نہیں۔“

اس بات پر میری ہنسی نکل گئی۔ ”پھر بھی انسان آتے

جاتے کچھ بتاتا تو ہے۔“

”مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔“ زارا نے

بیزاری سے کہا۔

”ایک سابقہ مجرم سے تعلق کسی بھی وقت پریشانی کا

باعث بن سکتا ہے۔“

زارا کے چہرے پر پریشانی چھا گئی۔ ”کوئی

ایکسٹرنٹ تو نہیں ہو گیا اس کا؟“

”اس کے پاس کوئی گن ہے؟“ میں نے زارا کی

بات کا جواب دینے کے بجائے نیا سوال کیا۔

”کیا۔۔۔؟“

”اتنی بولی مت بنو۔۔۔ تم اور میں دونوں اچھی طرح

جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ تمہارے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔ مجھے

بس یہ بتاؤ کہ جب وہ یہاں سے گیا تو کیا اس کے پاس کوئی

گن تھی؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ جیل سے آنے کے بعد وہ بہت محتاط ہو

چکا ہے اور کوئی غیر قانونی کام نہیں کرتا۔“

اب حقیقت بتانے کا وقت آ گیا تھا۔ ”کل صبح ڈاک

خانے میں ایک مسلح ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے جس کے

دوران ایک شخص جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔“

”اوہ۔۔۔ تو کیا بچارہ پوسٹ ماسٹر مارا گیا؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ ڈاکو کی موت ہوئی ہے۔ ہمیں خدشہ

ہے کہ وہ جیک سومر تھا۔ جو جو اس تقیث کے دائرے میں

آ رہا ہو، ہم اس سے رابطہ کر رہے ہیں۔۔۔ جیک پہلا شخص

ہے جو کل سے غائب ہے۔“

”اوہ میرے خدا۔۔۔۔۔“ منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس

نے خود کو سنبھالنے کے لیے دردناکہ قہقہے لگائے۔

”ہمیں لاش کی شناخت کے لیے تمہاری مدد کی

ضرورت ہوگی۔“ میں نے کہا اور جب وہ تیار ہو گئی تو اسے

لے کر اسپتال پہنچ گیا۔

میں تھا۔

میں لا جواب ہو کر رہ گیا۔

☆☆☆

میز اکھڑوس پاس انسپکٹر جونی ہو رگن میری کاوش سے متاثر نہیں ہوا اور اس نے پوچھا۔ ”سوال یہ ہے کہ وہ جھوٹ کیوں بول رہی ہے؟“

”مجھے نہیں لگتا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔“ میں نے ہو رگن کی تردید کی۔

”تم کیسے اس کی بات کا یقین کر سکتے ہو احمق شخص۔ تم نے خود وہ لاش نو پچیس پر ڈاک خانے میں دیکھی تھی۔“

”وہ یہ جھوٹ بول کر کون سا فائدہ حاصل کر لے گی؟“

”فائدہ شاید وہ کوئی نہیں بس اس کا ذہن اس معاملے میں کام نہیں کر رہا۔ جس حالت کا وہ ذکر کمزری بھلا اس وقت گھڑی دیکھنے کا ہوش کسے ہوتا ہے؟“

”لیکن اس معاملے میں وہ سب کچھ پورے یقین سے کہہ رہی ہے۔“ میں بھی اپنی بات پر اڑا رہا۔

”تمہارے دماغ میں یہ بات کیوں نہیں آ رہی کہ نو بیس تک جبک سومر مچکا تھا۔“ ہو رگن جھنجھلا کر بولا۔

”تم اس لڑکی سے خود بات کیوں نہیں کر لیتے؟“ میں نے بھی جھنجھلا کر کہا۔

”میرا دماغ خراب نہیں ہے۔“ ہو رگن نے انکار کیا۔ ”اس نے لاش شناخت کر لی تھی؟“

”ہاں۔“

”تو بس پھر ہمیں مزید اس کی ضرورت نہیں۔“ مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی ہو رگن کی بات سے متفق ہونا پڑا۔ غالب امکان یہی تھا کہ ذرا کی یادداشت کام نہیں کر رہی تھی۔

”جبک سومر کی بیوی کو تلاش کرو۔ ان کی طلاق نہیں ہوئی تھی وہی اس کی وارث ہے۔ وہ لاش کی شناخت کا عمل زیادہ بہتر کر سکتی ہے۔“ ہو رگن نے پوری تفتیش کے دوران میں پہلی بار کوئی ایسا مشورہ دیا تھا جس سے مجھے بد دل نہ تھی۔

کو کہ میں مردہ خانے کا ایک اور پتھر نہیں لگانا چاہتا تھا لیکن ہو رگن صحیح کہہ رہا تھا۔ میں نے ٹیلیفٹی سومر کو ریکارڈ میں موجود ہونے کی وجہ سے برآسانی تلاش کر لیا۔ جب میں اس کے گھر پہنچا تو میرے سامنے پچاس سال کے لگ بھگ،

”میں ماپوسی سے دور رہنے کا مشورہ دوں گا۔“ میں نے اسے تلی دینے کی کوشش کی۔ ”اس میں تمہارا تو کوئی قصور نہیں کہ اس نے خود کو سدھارنے کے بجائے پھر سے جرم کی راہ اپنائی۔“

وہ خاموش ہو گئی تو میں نے بھی معاملے کو آگے بڑھانا مناسب نہیں سمجھا۔ ”لیکن ایک ڈاک خانے کو کولونے کی کیا ضرورت تھی؟ وہاں سے اُسے کیا ملتا؟ وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔

میں اس کے استفسار پر محض کندھے اچکا کر رہ گیا کیونکہ میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

”مجھے وہ کہہ کر گیا تھا شامل سروس والوں کے آفس جا رہا ہوں۔“

”وہ تو شہر میں ہی ہے جبکہ وہ صبح سو نو بجے مضامات کے ڈاک خانے کو کولونے جا پہنچا۔“

”بکومت۔“ زارا نے منہ بتایا۔ ”اس وقت تو ہم بستر میں تھے۔“

”یہ تو نامکن ہے۔“

”اس کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔“ میں جھوٹ بول رہی ہوں کیا؟

”تم شاید نیند میں تھیں اس لیے وقت کا اندازہ نہیں لگا پائی ہوگی۔“

”نیند میں تم پاگل و اگل تو نہیں ہو کیا؟ رات کی بھر پور نیند کے بعد جبک میں کوئی نیا انسان ہی بیدار ہو گیا تھا اور ہم۔“ سرخ پڑتے چہرے کی دیک اور آنکھوں کی بڑھتی چمک اس کے لہجے کو پُر اثر بنا رہی تھی جس میں وہ اپنی ہم بستر کی کتعلیلات میرے گوش گزار رہی تھی۔ ”دس بجے سے پہلے تو وہ گھر سے بھی باہر نہیں نکلا تھا۔“

”دس۔“ تب تک تو اسے فوت ہوئے بھی کافی وقت گزر چکا تھا۔ میں نے بے یقینی سے کہا۔

”نامکن۔“

”وہ کیسے؟“

”کیونکہ میں گھڑی دیکھ رہی تھی۔“ اس کے چہرے کی سرخی بڑھی۔ ”جبک بھی اتنا پر جوش نہیں رہا تھا اور نہ ہی اتنا وقت لگتا تھا۔“

گھڑی غلط ہوگی۔

”پھر اس کا اور تمہاری کار کی گھڑی کا وقت ایک کیوں ہے؟“ وہ اپنی لکائی کی جانب دیکھتے ہوئے بولی جس میں ایک نازک سی رسد واضح وہی وقت بتا رہی تھی جو اصل

جاسوسی ڈائجسٹ



ہوئے کہا۔ ”ہاں میرا مشورہ ہے کہ بچ جلدی کر لیتا بلکہ کم ہی کھاؤ تو بہتر رہے گا۔“  
”مجھے یقین ہے کہ وہ جیک سوز ہی ہے۔“ میں نے کمزور لہجے میں کہا۔ ”مجھے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”ضرورت ہے میرے دوست تم وہاں میری نمائندگی کرو گے۔“ ہورگن کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کی شیطانی مسکراہٹ اور بڑھ گئی تھی۔ ”اور ہاں لاش کے فنگر پر نش لیتا مت بھولنا۔“

☆☆☆

مردہ خانے کے آفس میں جب مجھے مگ میں کافی پیش کی گئی تب میرے ہاتھوں کی لرزش واضح تھی۔ ابھی پوسٹ مارٹم کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا اور میری یہ حالت سب پر عیاں ہو رہی تھی۔

”تو تم پولیس کی نمائندگی کر رہے ہو؟“ ڈاکٹر لیگٹ نے مجھے مشکوک نگاہوں سے دیکھے ہوئے پوچھا۔ میں نے اثبات میں سر ہاں کر جواب دیا۔

یہ معمول کی کارروائی تھی۔ وہ آدمی ایک جرم کے دوران موت کا شکار ہوا تھا لیکن اس کی موت کے پیچھے کوئی سازش نہیں تھی اس لیے کسی سینئر ڈیٹیکو، فرانزک سائنسدان اور فونو گرافر کے بجائے مجھے ہی قانون کی نمائندگی کا عہدہ تفویض کیا گیا تھا۔

”مجھے واپسی پر لاش کے فنگر پر نش بھی درکار ہوں گے۔“ میں نے کہا۔

”کوئی مسئلہ نہیں۔“ ڈاکٹر لیگٹ نے کہا۔ ”ہم صبح سے پہلے یہی کام کر لیتے ہیں اگر تم چاہو تو اس معاملے میں تارنن کی مدد بھی کر سکتے ہو۔“

تارنن اس کا اسسٹنٹ جو میرے مردہ خانے کے بار بار چکر لگانے پر مدد کرتا رہا تھا لیکن میں نے ایک بار بھی اس کا نام پوچھنے یا شکریہ ادا کرنے کی زحمت نہیں کی تھی کیونکہ یہاں کا ماحول ہی مجھے وحشت زدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ ”میں کچھ فاصلے پر ہی رہنا پسند کروں گا۔“ میں نے خوف سے ایک پھر پری لیتے ہوئے کہا۔

”چلو پھر اندر چلو۔“ ڈاکٹر لیگٹ نے اندرونی کمرے کی جانب اشارہ کیا جہاں لاش کی چیر پھاڑ ہوئی تھی۔

میں ایک کونے میں جا کر رک گیا۔ فنگر پر نش لینے کے دوران بھی میں نے اپنی نگاہوں کا مرکز سامنے والی

تھکن زدہ چہرے کی مالک ایک ایسی عورت موجود تھی جو کسی سرکاری محکمے میں نوکری کر رہی تھی۔ وہ سلسبری کے مضافات میں ہی رہائش پذیر تھی اور زارا کے بتائے گئے زہریلے خاکے کے بالکل برعکس ثابت ہوئی۔

”میں اس کے کسی معاملے میں ملوث نہیں ہونا چاہتی۔“ وہ جیک سوز کا نام سنتے ہی بولی۔ ”ہماری علیحدگی ہو چکی ہے۔“

”لیکن باقاعدہ طور پر قانونی طلاق تو نہیں ہوئی۔“  
”ابھی تک نہیں لیکن وہ بھی جلد ہو جائے گی۔“  
”اس حساب سے اُس کی وارث تم ہی ہو۔“

صبح سے یہ میرا مردہ خانے میں دوسرا چکر تھا۔ فیلیسٹی بالآخر میرے ساتھ آنے پر رضامند ہو گئی۔ اسے پہلے تو جیک کی موت کا یقین نہیں آیا تھا لیکن اس کی ممکنہ موت کی خوشی میں ہی وہ میرے ساتھ آ گئی تھی۔

مردہ خانے میں پہنچ کر میں ایک جانب دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ مردہ خانے میں موجود اسسٹنٹ کاغذی کارروائی پوری کرنے لگا اور اس کے بعد سوز کی بیوی کو بلا کر لاش دکھائی۔  
تھوڑی دیر بعد فیلیسٹی نے بھی لاش کو اچھی طرح دیکھ کر تصدیق کر دی کہ وہ اس کے سابقہ شوہر جیک سوز کی ہی ہے۔

زارا کی جیک کے ساتھ پرجوش مباشرت کا قصہ اب اس کا ذہنی خلل ہی لگنے لگا تھا لیکن زارا نے جب یہ بات بتائی تھی تب اس کی آنکھوں میں جو چمک پیدا ہوئی تھی، وہ میں بھول نہیں پا رہا تھا۔

”اچھا تو تمہیں ابھی تک اس معاملے پر شک ہے۔“ ہورگن نے میرے ذہن میں ابھرتے شک کے اظہار پر طنز کیا۔

میں نے ہسی سے سر ہلا کر رہ گیا۔

پھر ہورگن کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ”ایک اور طریقہ بھی ہے تمہارا شک دور کرنے کا پوسٹ مارٹم دوبارہ ہے۔ میں وہاں نہیں ہوں گا تو پولیس کی نمائندگی تم ہی کر لو۔“

”کیا۔؟“ میں کانپ کر رہ گیا۔ لاشیں دیکھنا الگ بات تھی لیکن ان کی چیر پھاڑ دیکھنا میرے بس میں نہیں تھا۔ ”تم جانتے ہو۔“

”ہر چیز زندگی میں پہلی بار ہوتی ہے، تم بھی اپنے خوف کا سامنا کر ہی لو۔“ ہورگن نے میری بات کا نکتہ



## قتل کے مارے... بے چارے

چار سردار گھر سے نکلے، کرنے چلے شکار۔ دن تھا اتوار۔

وہ کار میں بہت دیر تک بانگ کا تک کے ہا رہا  
ایریا میں پکارتے رہے، راستے میں اشارے بازیاں  
بھی لگیں لیکن کہیں کسی نے گھاس نہیں ڈالی۔ بارہ بجے  
کے قریب انہوں نے گاڑی سے نکل کر پُر ہجوم تفریحی  
علاقے میں اپنے کندھوں اور کھینوں کو آزمانے کا فیصلہ  
کیا۔

گاڑی کا انجن بند کر کے دروازے کھولنے کی  
کوشش کی تو وہ جام تھے۔ ریوٹ سے کوشش کی لیکن  
ناکامی ہوئی۔ چاروں بوکھلا گئے۔  
”پھنس گئے۔“ ایک سردار روہائی آواز میں  
بولے۔ ”ساری تفریح کا مزہ کر کر اہو گیا۔“

”دھیرن!“ دوسرے نے اسے دلاسا دیا۔  
”دروازے نہیں کھلے تو ہم کھڑکیوں کے شیشے توڑ کر باہر  
نکل جائیں گے۔“

”ایہا غضب نہ کرنا۔“ تیسرا بوکھلا کر بولا۔  
”کراٹے کی گاڑی ہے اور تم لوگوں نے میرے  
پاسپورٹ پر لی ہے۔ کار والا صورت سے پاچی لگ رہا  
تھا۔ وہ نقصان میں ایک کے بدلے چار وصول کرے  
گا... میں مارا جاؤں گا۔“

چوتھا خاموشی سے یہ سب سن رہا تھا۔ وہ گھمبیر لہجے  
میں بولا۔ ”سجنو! جو کرنا ہے، جلدی کر لو۔ آسان پر کالے  
بادل ہیں۔ بارش شروع ہوگئی تو مصیبت آجائے گی...  
ہماری گاڑی بھی بغیر چھت والی ہے؟“

دانیال باحلیم کا شوق فہم... کراچی سے

”احق مت بنو۔ سوز مر چکا ہے اور اب تم اپنی بے  
وقوفی کا تماشا دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہو۔ اس کا پوسٹ  
ماٹرم بھی تمہاری نظروں کے سامنے ہوا ہے پھر تمہیں آخر مزید  
کون سا ثبوت درکار ہے؟“

”کیا اس کا کوئی جڑواں بھائی نہیں ہو سکتا یا...؟“  
”اگر ایسا ہوتا تو کیا ہمیں دورانِ تفتیش پتا نہ چل  
جاتا۔“ اس نے میری بات مکمل ہونے سے قبل ہی کاٹ

دیوار کو بنایا۔ یہ کام نارمن نے سرانجام دیا اور اس کے  
بعد وہ فائل میرے پاس لے آیا۔

”آپ چاہیں تو قریب رک کر بھی یہ سب دیکھ سکتے  
ہیں۔“ وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔

میں نے سر ہلا کر انکار کیا اور اپنی جگہ پر مضبوطی سے  
جم گیا۔ وہ ابھی لاش کا بیرونی جائزہ ہی لے رہے تھے کہ  
میری حالت غیر ہونے لگی۔ میں نے ایک جانب رکھی کرسی  
پر بیٹھنے میں بالکل بھی دیر نہ کی۔

”کیا وہاں سے کچھ نظر آ رہا ہے؟“ ڈاکٹر لیگٹ نے  
پوچھا۔

”جنتا میں دیکھنا چاہتا ہوں اتنا نظر آ رہا ہے۔“ میں  
نے جواب دیا۔

”دل کا دورہ“ کاٹ پیٹ کرنے والے  
ادواروں کی آوازیں سنتے ہوئے ایک طویل انتظار کے بعد  
ڈاکٹر لیگٹ نے اپنے دستانے اتارتے ہوئے میرے  
قریب آ کر کہا۔

”یعنی فطری موت ہے؟“  
وہ میرے چہرے پر مسکرایا اور پھر طبعی انداز میں بولا۔

”اس کی عمر کا کوئی بھی شخص جو ڈاکار مارنے پہنچ جائے تو اس کے  
جسم میں ہارمونز کا تناسب بڑھنے کے امکانات بہت زیادہ  
ہو جاتے ہیں۔ یہ سمجھ لو کہ اسے کام کے دوران میں حادثہ  
پیش آ گیا۔“

میں نے اس کے مذاق کا کوئی جواب نہ دیا اور وہاں  
سے رپورٹ لے کر واپس آ گیا۔

☆☆☆

کچھ لوگ مجھے اذیل مزاج کہتے ہوئے گالیوں سے  
نوازتے ہیں اور کچھ مجھے ہٹ دھرم سمجھتے ہیں۔ میں ان  
باتوں کا زیادہ برائیاں نہیں مانتا۔ پولیس کے شعبے میں اگر انسان  
ترقی کا خواہش مند ہے تو اس میں یہ صفات موجود ہونی  
چاہئیں۔ میں ابھی بھی اس کیس کو داخل دفتر کرنے کا روادار  
نہ تھا کیونکہ چند باتیں ایسی تھیں جو کہ ابھی تک میرے ذہن  
میں کلک رہی تھیں اور ان کا جواب نہیں نکلا تھا۔

ہر چیز اپنی جگہ پر تھی لیکن زارا کا بیان اس سب سے  
لگا نہیں کھارہا تھا۔ جیل کے ریکارڈ سے اس کی تصاویر بھی مل  
سکتیں جو کہ لاش کے نہایت سو فیصد مل رہی تھیں۔ فنگر  
پرنٹس بھی میچ ہو گئے تھے لیکن مجھے اطمینان نہیں ہوا تھا۔

میں نے اپنے خدشات کا اظہار اپنے باس مورگن  
سے کیا تو وہ ہنست پڑا۔

دی۔ ”زارا واقعی خوب صورت ہے لیکن اس کی گواہی ناقابل اعتبار ہی کہی جاسکتی ہے۔“

”میں جانتا ہوں، یہ نامکن ہے لیکن۔“  
”جانتے ہو تو اب بس کرو۔“ ہورگن نے ایک بار پھر میری بات کا منہ ہونے کہا۔

اس کے بعد میری تفتیش کا دائرہ سرکاری مدد کے بغیر ہی قائم رہا۔ میں وہ تمام خیالات و نظریات بتا کر آپ کو بور نہیں کروں گا جو اس دوران میرے دماغ میں گھومتے رہے اور جنہیں میں نے خود ہی رو کر دیا تھا۔ آخر میں بات صرف اس نظر نے پرانے مکی کے آیا زارا کے بیان کو ج مانا جائے یا نہیں؟

اس کے مطابق سومر سوشل سروس کے آفس گیا تھا ”اگر وہاں جا کر سومر کے آنے کا کوئی ثبوت مل جائے تو؟“، یکنخت یہی سروس ذہن میں ایک خیال بجلی کی لہر کے مانند کوندا۔

اگر یہ ثبوت مل جاتا کہ سومر مرنے کے بعد سوشل سروس کے آفس میں پایا گیا تھا تو زارا کے بیان کی تصدیق یا تردید بہ آسانی کی جاسکتی تھی۔

”کیا آپ کے ریکارڈ میں جیک سومر نامی کسی بندے کا اندراج ہے؟“ میں نے سوشل سروس والوں کو فون کر کے اپنا مدعا بیان کیا۔ ایک نرم دل آواز والی خاتون نے مجھے مدد کی یقین دہانی کراتے ہوئے ایک گھنٹے بعد کال کرنے کا کہا۔

”معذرت خواہ ہوں اس نام کو کوئی شخص اس دن نہیں آیا۔“ اس نرم دل آواز والی نے ایک گھنٹہ گزرنے سے قبل خود ہی کال کر کے مجھے بتایا۔

میرا دل ناٹی ٹیک کی طرح ڈوبنے لگا پھر اچانک ہی مجھے ایک خیال آیا۔ ”کیا تمہارے پاس اس دن کے سکیورٹی کیسروں کی فوج ہوگی؟“

”ہاں۔“  
”آفس کے اندر کی۔“  
”پائل۔“

”میں آ رہا ہوں۔“ میں نے جوش بھرے لہجے میں کہا اور کچھ ہی دیر میں وہاں پہنچ گیا۔ وہاں بیٹھ کر میں نے پیر کے دن صبح کی ویڈیوز نکال کر دیکھنا شروع کر دیں اور میں کامیابی سے ہنسنے لگا۔

”باس یہ دیکھو۔“ میں نے واپسی پر ہورگن سے کہا۔

”کیا ہے؟“

”وہ سنسنی خیز ثبوت جس کی ہمیں تلاش تھی۔“

یہ کہہ کر میں نے ویڈیو چلا دی۔ میں نے جیک سومر کے جیل میں گزارے ہوئے وقت کے دو واقعات کارسی آئی ڈی کے سار جٹ بھی بلوا لیے تھے۔ اسکرین پر لوگوں کا ایک جھگڑا تھا جو قہقہہ بنائے اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے ”فاسٹ فاروڈ“ کا بٹن دبا کر ویڈیو آگے کی اور پھر ایک جگہ روک کر ”پلے“ کا بٹن دبا دیا۔

”یہاں سیٹوں کی قطار کے پیچھے دیکھو۔“

سیاہ بالوں میں چاندی اترتی لٹوں والا ایک شخص نمودار ہوا جو تذبذب کا شکار دکھائی دیتا تھا۔ اس نے کاؤنٹر کی جانب نگاہ دوڑائی جہاں ایک خاتون سے سوال جواب ہو رہے تھے۔ اس شخص نے ایک قدم آگے بڑھایا جیسے جج سے اندازہ لگانا چاہتا ہو۔ میں نے بھی ویڈیو پاز کر دی۔

”کیا میرا اندازہ غلط ہے؟“ میں نے جیک سومر کی تصویر کا پرنٹ، اسکرین پر سچے ہوئے چہرے کے ساتھ ملاتے ہوئے پوچھا۔

”اوہ خدا یا! یہ کیسے ہو گیا ہے؟“ ہورگن بڑبڑایا۔

”کوئی شک کی بات ہی نہیں۔“ ایک سارجنٹ نے کہا۔ ”چہرہ، چال ڈھال سب کچھ ایک جیسا ہے۔“

”اور وقت تو دیکھو۔“ اسکرین پر 10:32 کا وقت ایک کونے میں واضح نظر آ رہا تھا۔

”یہ تم نے کیسے کیا؟“ ہورگن کے ماتھے پر ایک تیوری ابھری۔

”میں نے نہیں کیا۔ ویڈیو ریکارڈ ہوتے ہوئے اس پر وقت بھی آتا رہتا ہے۔“

”پھر سے چلاؤ ویڈیو۔“ ہورگن کو شاید میری بات پر یقین نہیں تھا۔

میں نے ویڈیو ریوائنڈ کر کے پھر سے چلا دی۔ اب کی بار ہورگن نے وقت کو بار بار دیکھا اور جیسے جیسے ویڈیو آگے بڑھی، اس کا چہرہ سفید پڑتا چلا گیا۔

”یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ شخص تو 9:20 پر مر چکا تھا۔“

”اسی بات کا تو اب سراغ لگاتا ہے۔“ میں بولا۔

اگلا نصف گھنٹہ ہم اسی معاملے کے ممکنات اور ناممکنات پر سرسکھاتے رہے۔ ہورگن نے تو یہ تک کہہ دیا کہ لاش کی شناخت غلط کی گئی تھی۔

”زارا نے غلط شخص کو شناخت کیا ہے۔ اور یہ بات کہنے پر اسے جیک سومر نے ہی مجبور کیا ہوگا۔ اب وہ کی

بالکل سامنے براجمان تھا۔  
”مجھے کچھ وقت تو لگا لیکن میں سراغ لگانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔“ میں اس سے مخاطب ہوا۔ ”پہلے میں جب یہاں کیمروں کی ریکارڈنگ دیکھنے کے لیے آیا تھا تب تم نظر نہیں آئیں۔“

”کیا تم یہاں مجھ سے ملنے آئے تھے؟“  
”جی کہوں تو نہیں۔“ میں نے کہا۔ ”تم نے صرف یہی بتایا تھا کہ تم کسی سرکاری محکمے میں کام کرتی ہو، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمہاری جاب یہاں سوشل سروس میں ہے۔ سو موار کی صبح تو اپنے شوہر کو یہاں دیکھ کر تمہیں ہزاروں واٹ کا جھکا لگا ہوگا۔“

وہ اس واقعے کو یاد کر کے سہم سی گئی۔ ”میرا خوف سے بڑا حال تھا۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ بس گندی وحشت ناک نظروں سے مجھے گھورتا رہا۔“

”میں وہ ویڈیو دیکھ چکا ہوں کوئی پانچ بار دیکھنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ وہ کس کو دیکھ رہا ہے۔“ میں نے کہا۔ ”ہم اسے زندہ دیکھ کر حیران تھے کہ اس جانب تو جہی نہیں دی کہ وہ یہاں کیا کر رہا تھا۔“

”اس کی یہاں اپنا کنٹینٹ نہیں تھی۔۔۔ وہ میں مجھے دیکھنے آیا تھا۔“

”کیونکہ نہیں۔ تمہیں دکھانے آیا تھا کہ وہ جیل سے لوٹ آیا ہے۔“

”میں پچھلے چار سال سے اسی خوف میں مبتلا ہوں کہ وہ کسی دن آئے گا اور اپنے خلاف گواہی پر مجھے جان سے مار دے گا۔ وہ آج بھی یہی جھگتا ہے کہ میں اگر گواہی نہ دیتی تو وہ آزاد پھر رہا ہوتا۔“

”سمجھتا ہے نہیں سمجھتا تھا۔ وہ مرچکا ہے مس فیلیٹی۔“ میں نے اس کی تھج کی اور پھر پوچھا۔ ”کیا تمہارا اس دنیا میں کوئی نہیں؟“

”نہیں۔“

”مجھے لگتا ہے تم جھوٹ بول رہی ہو مس فیلیٹی۔“ میں نے کہا۔ ”جب وہ یہاں سے گیا تو تم نے اپنے بھائی کو کال کی اور اپنے سارے انڈیشنوں اور خدشات کا ذکر اس سے کر دیا۔“

فیلیٹی بی بی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔ وہ جان گئی تھی کہ میری بات جھٹلانے کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

بالآخر میں اس سے اپنی مطلوبہ معلومات لے کر مردہ

مئے نام کے ساتھ ایک نئی زندگی شروع کرے گا تاکہ اس کے سابقہ مجرمانہ طرز حیات پر پردہ پڑا رہے۔“

”اور وہ اتنی بے وقوف ہے کہ اس کے مرنے کی تصدیق کے بعد پھر خود ہی اپنے بیان میں ضد کرنے لگی کہ اس وقت چیک زندہ تھا؟“ میں نے پوچھا۔

”ہورگن میرے جواب پر ہونٹوں کی طرح میرا چہرہ کھینچنے لگا۔“

”چلو اپنی گرل فرینڈ کو اس نے مجبور کر لیا ہوگا لیکن ہم نے تو اس کی سابقہ بیوی سے بھی تصدیق کی ہے۔ وہ کیسے مجبور ہو گئی؟“ میں نے اگلا سوال ڈالا۔ ”اور اگر جیک سومز ایسی پلاننگ کر بھی رہا تھا تو اسے سوشل سروس کے آفس جا کر خود ایسے سیکورٹی کیمروں کے سامنے جانے کی کیا ضرورت پیش آتی؟“

”لعلت ہو۔“ ہورگن نے اپنی قیمتی تھوڑی کوچب زمین بوس ہوتے ہوئے محسوس کیا تو بولا۔ ”ہم مزید وقت اس کیس پر ضائع نہیں کر سکتے۔ پوسٹ آفس میں ڈیپٹی کی کوشش کی گئی۔ اس جرم کے دوران مجرم دل کے دورے سے مارا گیا۔ اب وہ جیک سومز تھا یا کوئی نام، ڈک، ہیری میری بلا سے۔۔۔ یہ کیس ٹھوڑا کر دو۔“

میں نے سر ہلا کر اقرار کیا اور وہاں سے چل دیا۔ میرے لیے یہ کیس ابھی بھی چل رہا تھا۔ میں اپنی فطرت کی وجہ سے اسے ٹھوڑا کیس میں شمار نہیں کر سکتا تھا۔ میرا دماغ کئی خیالات کی آماجگاہ بن چکا تھا لیکن ایک خاص راہ ابھی جو بار بار مجھے اپنی جانب پکارتی تھی۔ آخر جیک سومز سوشل سروس کے آفس میں کیا کرنے گیا تھا؟ وہ کاؤنٹر پر نہیں گیا تھا کہ کوئی امدادی چیک وغیرہ وصول کر سکے۔ پھر وہاں جانے کا کیا مقصد تھا؟

میں نے ایک بار پھر سے ویڈیو چلائی۔۔۔ اب کی بار جو انکشاف ہوا میں اس پر مجھو چکا رہ گیا۔

جرم ہوا تھا لیکن وہ ایک ناکام ڈیپٹی سے کہیں زیادہ

بسیار کم تھا۔ زار نے جھوٹ نہیں بولا تھا، نہ ہی اسے کوئی غلط

بھنی ہوئی تھی۔ ہم پولیس والوں کو ہی یہ تعلق جوڑنے میں

وقت لگا تھا۔ میں پولیس اسٹیشن کی بلڈنگ سے باہر نکل

آیا۔

☆☆☆

میں اس وقت سوشل سروس کے آفس میں تھا۔

فیلیٹی سومز یعنی جیک سومز کی سابقہ بیوی جس

سرکاری دفتر میں کام کرتی تھی، وہ یہی تھا اور میں اس کے

جاسوسی ڈائجسٹ

77

جولائی 2023ء

”شکر ہے میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں۔“ ڈاکٹر لگات کے انداز میں اطمینان تھا اور طنز کی گہری کاٹ بھی لیکن اس کے لہجے میں مجھے ہلکے سے اشتعال کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ وہ میری باتوں سے مضطرب ہو گیا تھا۔

”تم نے ڈاک خانے میں آکر لاش اٹھائی“ میں نے بولنا شروع کیا۔ ”اسی دن جبک سومر نے اپنی سابقہ بیوی کو سبق سکھانے کا ارادہ کیا اور جیل سے رہائی کے بعد اسے دھکے پہنچ گیا۔ وہ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ ایک پُرجوش اور یادگار وقت گزارنے کے بعد سوشل سروس کے آفس پہنچا جہاں پرفیسیلیٹی کام کرتی ہے۔ وہ اسے دیکھ کر بُری طرح سے خوفزدہ ہو گئی۔ سومر بھی یہی جانتا تھا کہ جیسے اس نے چار سال جیل کی اذیت کائی ہے ویسے ہی اس کی بیوی بھی بڑے۔ وہ بہت بُری طرح سے ڈر گئی تھی اس لیے اس نے تمہیں فون کیا۔“

”مجھے مجھے جبک سومر کی بیوی کس لیے فون کرتی؟“ ڈاکٹر لگات نے حیرت سے تقریباً چلاتے ہوئے کہا لیکن مجھ پر اس ڈرامے بازی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ ”کیونکہ وہ تمہاری بہن ہے ڈاکٹر“ میں نے رمان سے کہا۔ ”اپنے شوہر کی بخیریت کرنے پر سب سے زیادہ مجھے متاثر اسے ہی جھگڑنا پڑے تھے۔ وہ ذہنی طور پر تباہ ہو کر رہ گئی تھی ہر رات خوف کے مارے وہ سو نہیں پاتی تھی۔ اگر سو بھی جانی تو ڈراؤنے خواب دیکھ کر چیختے ہوئے بیدار ہوتی۔ یہ سب صرف اس لیے کیونکہ اس نے اپنے شوہر کے خلاف کھڑے ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تم نے خود یہ بات ہو رکن کو بتائی تھی جب اس نے ڈاک خانے کی خاتون کے بارے میں نازیبا کلمات کہے تھے۔“

”حق“ لگات نے بڑبڑاتے ہوئے خود کلامی کی۔ ”ہاں میں وہ الفاظ سن کر غصے میں آ گیا تھا۔ اس بات کو تو بہت وقت ہو گیا ہے میں تو بھول ہی گیا تھا۔ تم نے اتنی دیر بعد یہ تعلق کیسے جوڑ لیا؟“

اس نے بھرم کے ساتھ اپنے تعلق کا اعتراف کر لیا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی لیکن میں نے اپنے جذبات پر قابو کر لیا اور اپنا تجزیہ پیش کرنا شروع کیا۔

”تمہیں ایک موقع ملا اور تم نے سوچا کہ اس سے فائدہ نہ اٹھانا بے وقوفی ہوگی۔ تم ڈاک خانے سے ڈاکو کی لاش لے کر پہلے ہی آ چکے تھے۔ اتفاق سے وہ تمہارے بھنو کی کا ہم عمر ہی تھا۔ کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ شخص کون ہے۔ تمہاری تو سمجھو لائبریری ہی نکل آئی تھی۔ جبک سومر کو

خانے پہنچا اور ڈاک خانے کے ڈاکو کی لاش ایک بار پھر سے دیکھنے کا مطالبہ کر دیا۔

”میرا خیال تھا کہ تم اس لاش کو اچھی طرح دیکھ چکے ہو۔“ ڈاکٹر لگات کے چہرے پر ایک استہزاء سیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

”تم لاش نکلواؤ“ میں نے شرمندگی کے مارے کہا کیونکہ میں اس دن پوسٹ مارٹم کے دوران بھی مردے پر نظر نہیں دوڑا اسکا تھا اور اب ڈاکٹر لگات اسی وجہ سے میرا مذاق اڑا رہا تھا۔

پہنچا لو جسٹ ڈاکٹر لگات نے ایک گہری سانس لی اور اپنے اسٹنٹ کو پکارا۔ ”ٹارمن لاش نمبر سات مردہ خانے سے باہر نکالو مسٹر سومر کی لاش کو پھر سے دیکھنے لیے صاحب آئے ہیں۔“

”جبک سومر ڈاک خانے کا ڈاکو نہیں ہے“ میں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر لگات ایک لمحے کے لیے ہچکچایا اور پھر بولا۔ ”اور یہ نتیجہ تم نے کیسے نکالا؟“

”جیسے بھی نکالا، اس بات کو چھوڑو اور مجھے لاش دکھاؤ۔“ میں نے کہا۔

ڈاکٹر لگات نے ایک جھکی ہوئی نظر ٹارمن پر ڈالتے ہوئے تائیدی انداز میں سر ہلایا تو اس نے سرد خانے کے ایک رخ بستہ کین کا دروازہ کھولا اور اس میں موجود ایک بند دروازہ کھول کر باہر کی جانب بھیج لیا۔

یہ دروازہ ماسرومین بالکل خالی تھا۔

لگات اپنی انگلیاں چمکاتے ہوئے بولا۔ ”وہ مجھے لگتا ہے کہ لاش یہاں نہیں ہے۔“

”وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے کہ یہاں نہیں ہے پھر کہاں ہے؟“ میں نے ہٹنا کر پوچھا۔

”اسٹورن کا مسئلہ تھا شاید گورکن وہ لاش لے گیا ہو۔“

”یعنی ڈاک خانے کے اصلی ڈاکو کی لاش کے ساتھ ہی۔“ میں نے اس کے بے پروا انداز پر طنز کیا۔

”یہ سب خواہ مخواہ کے اندازے ہیں“ ڈاکٹر لگات نے کندھے اچکائے۔

”یہ اندازہ نہیں، حقیقت ہے ڈاکٹر“ میں نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔ ”جیسے تم نے بتایا تھا ویسے ہی ڈاک خانے والا ڈاکو تباہ کی کیفیت میں دل کے دورے کا شکار ہونے سے مر گیا تھا۔“

انوکھ لاش

صرف کچھ فوٹو زہی دیکھ رکھے تھے سو جب اُس نے سیکورٹی کیمرے والی ویڈیو دیکھی تو وہی اس کے ذہن پر نقش ہو گئی۔  
”تمہارے پاس سوزم کی ویڈیو بھی ہے؟“ ڈاکٹر لیگٹ آنکھیں پھاڑتے ہوئے بولا اور ایک گہری سانس لی۔ ”شکر ہے خدا کا۔“

”یہ بات تمہارے حق میں چائے گی۔“ میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”پیشور اور ان بے پروائی کا الزام تو لگے گا۔“ ڈاکٹر لیگٹ نے منہ بنایا لیکن وہ میری تحقیق سے غیر متاثر دکھائی دے رہا تھا۔ ”عدالتیں ایسے معاملات میں ڈاکٹروں کو کوئی رعایت نہیں دیتی ہیں۔“

”تم نے پوسٹ مارٹم سوزم کی لاش کا کیا۔“ فیصلہ بھی تم نے ہی دیا کہ وہ دل کے دورے سے مر رہا ہے۔ اب لاش ہی غائب ہے تو مزید کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی۔ لیکن تم نے دوسری لاش کے ساتھ کیا کیا؟ اس بیچارے کی تو شناخت ہی نہیں ہو سکی؟“

”یہ کوئی ایسا مسئلہ تو نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے۔“ ڈاکٹر لیگٹ نے کندھے لچکائے۔ ”یہ ایک نیچنگ اسپتال ہے اور یہاں مختلف لاشیں تحقیق اور تجربات کے لیے عطیہ ہوتی رہتی ہیں۔ وہ سب لاشیں یہاں مردہ خانے میں ہی رکھی جاتی ہیں۔“ کاغذی کارروائی میں تو پھر کچھ بھی کیا جاسکتا۔  
”یعنی تمہارا کہنا ہے کہ میں اپنی بات ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔“ میں نے بے چینی سے کہا۔

ڈاکٹر لیگٹ نے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی ہی طعنے مسکراہٹ ہی میرے سوال کا بھرپور جواب تھی۔

”بکاش کہ اس شخص کی شناخت ہو جاتی کم از کم بیچارے کے گھر والوں کو تو ہم خبر کر دیتے۔“ میں نے آخری پینیر آزما لیا لیکن ڈاکٹر لیگٹ نے مجھے اس بار ایسے نظر انداز کیا جیسے کوئی سڑک پر آوارہ گتوں کو نظر انداز کرتا ہے۔

اگلے چھ ہفتے تک میں انوکھی لاش کے بعد کشیدہ لاش کے کیس پر کام کرتا رہا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔ ڈاکٹر لیگٹ کے پرنٹسٹ مرڈر کی تھی تو میں نے اپنے دم پر سلجھائی تھی لیکن ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اپنے حکام کی جانب سے کوئی شاباشی نہ ملی۔ شرلاک ہومز کی طرح بہترین کام کرنے کے باوجود میں ابھی تک اپنی پروموشن کا منتظر ہوں۔ جانے کب شنوائی ہوگی؟

ٹھکانے لگانے کا اس سے بہتر کیا موقع ہو سکتا تھا اپنی بہن کی اذیت بھی دور کر دیتے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔ تم ایک پینچا لو جسٹ ہو۔ تمہارے لیے کسی کی جان لینا کتنا مشکل ہو سکتا ہے؟ بغیر کسی نشانی یا علامت کے تم نے جیک سوزم کو ہلاک کر دیا۔ شاید کوئی آنکھیں لگا کر۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب تم نے اس لیے کیا کیوں کہ ہمیں لگا کہ تمہاری بہن کی جان خطرے میں ہے۔“

”اس کی جان واقعی خطرے میں تھی۔“ وہ بے ساختہ بولا۔  
”شاید۔“ میں نے کہا۔

”اس میں شاید والی کوئی بات نہیں ہے۔“ ڈاکٹر لیگٹ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”وہ سوشل سروس کے آفس کے باہر ہی موجود تھا۔ وہ وہاں صرف ڈرانے دھمکانے کے لیے نہیں آیا تھا۔ وہ گھات لگا کر بیٹھا تھا تاکہ تشدد آمیز کارروائی کر سکے۔“

”اور تم نے وہاں پہنچ کر اُسے اپنی گاڑی میں کسی بہانے سے بٹھایا۔“ جیکز اور کوئی آنکھیں لگا کر مار ڈالا۔ تم اس کے بعد لاش یہاں سر دغانے میں لے آئے اور اس کے لیے ایسے وقت کا انتخاب کیا جب تمہارا اسسٹنٹ مارسن یہاں موجود نہ ہو۔ شاید رات کا کوئی پہر ہوگا۔ تم نے سوزم کی لاش کو ڈاک خانے کے ڈاکو کی لاش سے تبدیل کیا۔ اس کے پاؤں پر لگا ٹیک ہٹا کر سوزم کی لاش پر لگایا اور دوسری لاش غائب کر دی۔“ میں نے کہا۔

”گلتا ہے تم فلمیں اور ڈرامے بہت زیادہ دیکھتے ہو۔“ ڈاکٹر لیگٹ نے میرے تجربے پر تہمت لگائی۔  
”کہانی اچھی بنائی ہے، سی آئی ڈی میں وقت ضائع کر رہے ہو، تم ناول کیوں نہیں لکھتے؟“

”اگلے دن میں جب زاد کو یہاں لے کر آیا تو تم نے سوزم کی لاش ہی پیش کی۔“ میں نے اس کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ ”تم جانتے تھے کہ مجھے مردوں کو دیکھنے سے خوف آتا ہے تو میں نے اس کی شکل غور سے دیکھی نہیں تھی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے ڈاک خانے والے ڈاکو کی صورت پر بھی اسی وجہ سے اچھی طرح دھیان نہیں دیا تھا۔“

”تمہارے انکسپٹر ہومرگن نے تو دیکھی تھی۔“ ڈاکٹر لیگٹ نے کہا۔

”ہاں لیکن اس نے ذمہ داری سے جان چھڑائی اور سب کچھ میرے اوپر ڈال دیا۔ وہ یہاں کچھ عرصہ قبل ہی تعینات ہوا ہے۔ وہ سوزم کو اچھی طرح سے نہیں پہچانتا تھا۔“